ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

خطباتِ نبوی کی اصلاحی تعلیمات: عصرِ حاضر کے سماجی و اخلاقی مسائل کا تحقیقی مطالعہ

Reformative Teachings of the Prophetic Sermons: A Research Study of Contemporary Social and Ethical Issues

1.Syeda Khaulah Waseem
PHD student at Lahore College for Women University, Lahore, Pakistan
Email: skwaseem12@hotmail.com
2. Dr Sidra Rasool
Lecturer Lahore College for Women University, Lahore, Pakistan.
Email: sidra.rasool@lcwu.edu.pk

Abstract

Throughout history, oratory has served as a powerful tool for human guidance, exemplified by the thousands of prophets sent by Allah to deliver His divine message. As the final Messenger, Prophet Muhammad (peace be upon him) was uniquely blessed with exceptional eloquence and oratorical skills, perfected through divine revelation (Wahi). The scholars of Hadith have meticulously preserved over 600 of his sermons and speeches, which serve as an enduring treasury of wisdom. In the contemporary world, where many Muslims struggle to differentiate between Sunnah (prophetic tradition) and Bid'ah (innovation), these prophetic discourses offer an indispensable guide. This article explores the art of oratory in the Prophet's life and highlights the profound significance of his speeches. For believers sincerely seeking the Sirat al-Mustaqim (the Straight Path) and trying to distinguish right from wrong, these preserved sermons provide definitive clarity. Ultimately, they illuminate the true teachings of Islam, helping humanity navigate modern moral complexities and remain steadfast on the path that pleases Allah.

تعارف:

انسان کی تخلیق ہی اسی طرح کی گئی ہے کہ وہ فطرتاً معاشرہ میں رہنا پسند کرتا ہے بلکہ اس کی ضروریات ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔اس طرح انسان کی حیثیت ایک معاشرتی مخلوق ہے، اور معاشرتی زندگی کی بنیاد باہمی ابلاغ، افہام و تفہیم اور مؤثر اظہارِ خیال پر قائم ہے۔اسی لیے انسان نے اپنے خیالات، افکارات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے مختلف ذرائع ابلاغ استعمال کرتا ہے جو کہ اگر آج کے دور میں دیکھا جائے تو بہت زیادہ ہیں لیکن ابتداء میں چند ہی ذرائع تھے جن میں سب سے اہم اور مؤثر ذریعہ خطابت یا خطبہ ہوتا تھا اور اس کو ہر تہذیب میں غیر معمولی اہمیت حاصل رہی ہے۔ تاریخِ انسانی اس حقیقت کی گواہ ہے کہ اقوام کی فکری تشکیل، سماجی اصلاح، سیاسی قیادت، مذہبی تعلیم اور اجتماعی شعور کی بیداری میں خطبہ اور خطابت نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ حتیٰ کہ موجودہ دور میں بھی اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ جس طرح اسلام نے بہت سی چیزوں کو نئی جہت دی اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی خطابت اور خطبات نے اس فن کو بھی ایک نیا معنی عطا کیا جہاں قدیم عربی ثقافت میں یہ فن نفرتیں پھیلانے، عصبیت اور قومیت پسندی کو جلا بخشنے کے لیے استعمال ہوتا تھا وہاں خطابت اجتماعی اصلاح کا ایک مقدس ذریعہ بن گئی۔ قرآنِ کریم نے دعوت، حکمت، موعظتِ حسنہ اور مؤثر خطاب کو دین کی اشاعت کے بنیادی اصولوں میں شمار کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ[1]ترجمہ:"اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجیے، اور لوگوں سے بہترین انداز میں گفتگو کیجیے۔"

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کو دعوت و تبلیغ، تعلیم و تربیت، اصلاحِ معاشرہ اور امت کی فکری رہنمائی کا بنیادی ذریعہ بنایا۔ آپ ﷺ کے خطبات میں عقیدہ، عبادات، اخلاق، عدل، مساوات، انسانی حقوق، معاشرتی ذمہ داریوں اور امت کی اجتماعی فلاح جیسے موضوعات نہایت جامع اور مؤثر انداز میں بیان ہوئے۔ خصوصاً **خطبۂ حجۃ الوداع** انسانی حقوق، سماجی انصاف اور عالمی اخوت کا ایک ایسا تاریخی منشور ہے جسے دنیا کی اہم ترین اخلاقی دستاویزات میں شمار کیا جاتا ہے۔ مختلف لغویین نے اس کے کئی معنی بیان کیے ہیں:۔

تاج العروس میں ہے:

الخُطْبَةُ: الموعظةُ والكلامُ المنثورُ يُخاطَبُ به الجمعُ[2].

قاموس الوحید میں ہے

الخُطْبَةُ: الكلامُ على المنبر، والموعظة[3].

ابن المنظور الافریقی لکھتے ہیں:

الكلامُ المَنْثُورُ المُسَجَّع، ونحوُه. التَّهْذِيبُ: والخُطْبَة، مثلُ الرِّسَالَةِ، الَّتِي لَها أَوَّلٌ وآخِرٌ[4].

القاموس الوسیط میں مصنف نے تحریر کیا ہے

وَالْكَلَام المنثور يُخَاطب بِهِ مُتَكَلم فصيح جمعا من النَّاس لإقناعهم وَمن الْكتاب صَدره[5]

خطبات ادب کا ایک فن ہے جو قدیم زمانے سے مشہور ہے اور اس سلسلے میں اس کی بہت سی تعریفیں ہیں لیکن ان میں سے ایک قدیم ترین اور سب سے پہلی ارسطو کی تعریف تھی۔ جس نے خطابت کو ایسی طاقت سے تعبیر کیا جس میں ہر طرح کے معاملات میں لوگوں کو زیادہ سے زیادہ راضی کرنا شامل ہے۔ خطابت کی ایک انتہائی جامع اور مکمل تعریف یہ ہے کہ عوام کو متاثر کرنے کے لیے خطاب کرنے کا فن ہے جس میں بنیادی طور پر سننے والوں کے ساتھ جو کچھ کہا جاتا ہے اسے قائل کرنے اور ان کو منانے کے لئے زبانی طور پر بولنے پر مشتمل ہوتا ہے [6]

ان تمام تعریفات اور معنی سے بات معلوم ہوتی ہے کہ خطبہ اپنے افکار اور خیالات لوگوں کے مجمع تک پہنچانے کا نام ہے۔

خطبات تاریخی پس منظر:

خطابت انبیاء:

قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر اللہ رب العزت نے انبیاء کرام کا ذکر کیا ہے اور جس وقت میں وہ انبیاء آئے اس وقت دنیا کے حالات کیا تھے۔ انبیاء کرام کے قصص میں جو سب سے اہم چیز سامنے آتی ہے وہ ان کا انداز جس سے انہوں نے اپنی قوم سے خطاب کیا۔ اس کو کس طرح صراط مستقیم کی طرف لوٹنے کی دعوت دی۔ ان کی ان مساعی کا نتیجہ کیا نکلا یعنی کتنے لوگوں نے اس پر لبیک کہا کتنی برائیاں ختم ہوئیں۔ یہ بنیادی واقعات ہوتے ہیں ان قصص میں۔

حضرت نوح

حضرت نوح اپنی قوم کو تقریباً 950 سال تک اللہ رب العزت کی وحدانیت کا درس دیتے رہے اور فرماتے رہے:

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ۚاِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۚاِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ[7]

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

ترجمہ: نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان کے بھائی نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں۔ میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا، میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔

قرآن کریم کئی اور مقامات پر بھی اس کا ذکر آیا ہے لیکن نتیجہ بے سود ہی نکلا اور ان کی کشتی میں چند لوگ اور تمام ڈوبنے والوں میں تھے۔

فَاَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ، ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبَاقِيْنَ[8]

ترجمہ: پھر ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ بھری کشتی میں تھے بچا لیا۔ پھر ہم نے اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔

حتی کہ ان کا اپنا بیٹا بھی غرق ہونے والوں میں تھا۔

حضرت شعیب:

حضرت شعیب نے اپنی قوم کو ناپ تول میں کمی کرنے سے روکا یہی ان کا خطاب تھا اپنی قوم سے۔ ان کی قوم میں یہ برائی اتنی جڑ پکڑ چکی تھی کہ وہ ان کی عادت ثانیہ بن چکی تھی چناچہ ارشاد باری تعالی ہے

"وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۖ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ ۚ اِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ، وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ"[9]

ترجمہ: اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، کہا اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اور ناپ اور تول کو نہ گھٹاؤ، میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور تم پر ایک گھیر لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اور اے میری قوم! انصاف سے ناپ اور تول کو پورا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ مچاؤ۔

حضرت موسی

حضرت موسی نے فرعون جیسے ظالم و جابر حکمران کے سامنے اپنے رب کے حکم سے کلمہ حق بلند کیا اور وہ خود رب ہنے کا دعوی کرتا تھا اس کو بتایا کہ اصل رب کون ہے:

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۖ قَدْ جِئْنَاكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۖ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى[10]

ترجمہ: سو تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ بے شک ہم تیرے رب کی طرف سے پیغام لے کر آئے ہیں کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انہیں تکلیف نہ دے، ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں، اور سلامتی اس کے لیے ہے جو سیدھی راہ پر چلے۔

حضرت ابراہیم

حضرت ابراہیم نے بھی ایک ایسے ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بلند کیا جو خود بھی خدائی کا دعوی کرتا تھا

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهِيْمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ۖ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ[11]

ترجمہ: "کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراھیم سے اس کے رب کی بابت جھگڑا کیا اس لیے کہ اللہ نے اسے سلطنت دی تھی، جب ابراھیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اس نے کہا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں،

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

کہاابراھیم نے بے شک اللہ سورج مشرق سے لاتا ہے تو اسے مغرب سے لے آتب وہ کافر حیران رہ گیا، اور اللہ ظالمین کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔"

اس کے نتیجے میں حضرت ابراہیم کو آگ تک میں جلانے کی کوشش کی گئی جب انہوں ان بتوں کی اصلیت اپنی قوم کے سامنے رکھی۔

حضرت سلیمان

حضرت سلیمان کا خطاب تمام مخلوقات سے تھا جو کہ زمین پر موجود ہیں

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ، فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ، وَالشَّیٰطِیْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ،وَاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ، هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ[12]

ترجمہ: "کہااے میرے رب! مجھے معاف کر اور مجھے ایسی حکومت عنایت فرما کہ کسی کو میرے بعد شایاں نہ ہو، بے شک تو بہت بڑا عنایت کرنے والا ہے۔ پھر ہم نے ہوا کو اس کے تابع کر دیا کہ وہ اس کے حکم سے بڑی نرمی سے چلتی تھی جہاں اسے پہنچنا ہوتا تھا۔ اور شیطانوں کو جو سب معمار اور غوطہ زن تھے۔ اور دوسروں کو جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ ہماری بخشش ہے پس احسان کر یا اپنے پاس رکھ کوئی حساب نہیں۔"

حضرت داؤد

حضرت سلیمان کے والد حضرت داؤد کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

وَاٰتَیْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ[13]

عربی خطابت قبل از اسلام

خطابت فنکارانہ نثر کی ایک قسم ہے جو عربی ادب میں عام طور پر اور خاص طور پر اسلام سے پہلے (۶۲۲-۲۳)[14]، کے ادب میں مشہور ہوئی۔ کیوں کہ خطبات اسلام سے پہلے عہد میں کئی معاملات کو نبھاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام سے پہلے کے دور میں بہت ساری غیر اخلاقی حرکتیں پائی جاتی تھیں۔ جیسے لوٹ مار، ڈکیتی، ظلم و ستم، قتل و غارت گری اور قبائلی جنونیت کے ذریعہ پیدا ہونے والی دیگر حرکتیں۔[15]

خطابت کے پھلنے پھولنے میں قبائلی اضطرابوں نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ قبل از اسلامی عہد میں عربوں کے ہر قبیلہ کے پاس ایک زبان موجود تھی جو ان کا دفاع کرتی تھی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ زبان کے اثرات تلوار کے اثر سے زیادہ شدید ہیں۔ اس لیے بہت ساری خوبی کے ایسے شعبے تھے جن کے ذریعہ اسلام سے پہلے خطابت کا فن فروغ پایا۔ صحرا اور گھڑ سواری کی زندگی عربوں کے لیے ہمیشہ خطرے کا باعث تھی تو قبائلی اضطراب نے بھی خطابت کو پھلنے پھولنے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ اسلام سے پہلے کے عہد کے عرب ایک ان پڑھ قوم تھی جو نہ تو پڑھ سکتی تھی اور نہ ہی لکھ سکتی تھی۔ لیکن ان کی فصاحت سلیقہ سے حاصل کی گئی تھی جو حسی محرکات کے ذریعہ لبوں سے بیان کی روانی، الفاظ کی مٹھاس کے ساتھ اظہار کے معیار کے لیے دباؤ ڈالتا تھا۔ دوسری طرف عہد اسلام سے پہلے سوق عکاظ کا مشہور بازار تھا جس نے خطابت کی ترقی پر بہت اثر ڈالا جہاں دور دور سے شاعر، مصنف اور خطبا آتے تھے اور زیارت کے وقت اس میں لوگوں کا سب سے زیادہ مجمع ہوتا تھا جو اچھے مصنفین، شاعر اور خطبا کو ان کی حیثیت کی وجہ سے فوقیت دیتے تھے۔[16]

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

قبل از اسلام کے خطبات اس زمانے میں تمام مختلف حالات پر قابو پانے کی کوشش کرتے تھے اور قبیلے کے اندر موجود تمام لوگوں تک پہنچائے جانے والے ایک واضح اور اثر انگیز بیان اور خطبے میں ان کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

خطبہ اسلام سے قبل کے عہد میں ایک انوکھی خصوصیات کا حامل تھا۔ جس نے خطیب کو ممتاز کیا، کیوں کہ خطیب اپنے خطبے کے ذریعہ لوگوں اور قبائل کو متأثر کرتا تھا اور انھیں دنیا میں مشہور بنا دیتا تھا۔ اس لیے خطابت کو مؤثر اور دلکش بنانے کے لیے اور لوگوں کی توجہ مرکوز رکھنے کی کوشش کرنے کے لیے خطبات میں مشہور محاورے استعمال کرنے کی کوشش کرتے تھے جو حکمت یا کہاوتیں تبلیغ کے ذریعہ خطبے میں دیے جاتے تھے۔[17]

قبل از اسلام دور جسے عہد جاہلیت بھی کہا جاتا ہے میں فن خطابت کو بہت اہمیت حاصل تھی اور اسی بنا پر خطیب کو اعلی مقام حاصل تھا اس لیے کہ خطابت ایک اعلیٰ قسم کا تنظیم ہے۔ عرب کے بادیہ نشین قبائل جو عموماً امی ہوتے اور کسی قاعدے اور قانون کے پابند نہ ہوتے اور نہ کسی منظم حکومت کا ان پر ضبط ہوتا اور نہ وہ ایک بادشاہ کے زیر نگیں جمع ہوتے، اس لیے وہ مجبور تھے کہ قلم کی بجائے زبان سے کام لیں۔ بایں وجہ فن خطابت ان کے ہاں بہت اہمیت کا حامل رہا۔ جیسے ہر قبیلے کا ایک شاعر ہوتا ویسے ہی ہر قبیلے کا ایک خطیب بھی ہوتا۔ چنانچہ ایک معروف مصری ادیب شیخ احمد الاسکندری نے قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں خطابت کے جن طبعی اسباب کا ذکر کیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

* اہل عرب چونکہ عموماناخواندہ تھے اس لیے مجبور تھے کہ آلہ کتابت قلم کے عوض زبان سے کام لیں جو آلہ گفتار ہے۔ افتار ہے۔
* چونکہ وہ لوگ مستقل قبیلوں، چھوٹے چھوٹے خاندانوں اور جنگجو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اس لیے ان کی ہر جماعت اور گروہ کے لیے یہ بالکل آسان تھا کہ ایک مقام پر جمع ہو کر خطیب کی بات کو سن لیں۔
* ان لوگوں میں میل ملاپ کے منظم ذرائع موجود نہ تھے اور ڈاک وغیرہ کا انتظام بھی نہ تھا اس لیے انہیں ایسے پیغام رساں کی اشد ضرورت تھی جو ممتاز اور نامور ہو، فصیح اللسان اور قوی دلائل پیش کر سکتا ہو۔[18]

قبل از اسلام عرب کے مشہور خطباء

* قس بن ساعدۃ ایادی
* عمرو بن کلثوم
* اقسم بن صیفی تمیمی
* قیس بن ظہیر عبسی
* حارث بن عباد البکری
* عمرو بن معدی کرب زبیدی[19]

اسلام اور خطابت

آپ ﷺ کی بعثت کے بعد خطابت کا ایک نیا پہلو سامنے آیا پہلے جہاں خطابت کا مقصد اپنی بڑائی بیان کرنا اور اسی طرح اور بھی کئی مقاصد جو کہ پہلے بیان ہو گئے ہیں۔ لیکن بعثت نبوی کے بعد خطابت کا جو پہلو سامنے آیا وہ اللہ تعالی کی وحدانیت کو بیان کرنے کے لیے، لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا، اسی

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

طرح ان لوگوں کو جہنم کے گڑھوں کی طرف جارہے تھے ان کو اس سے نکال کر جنت کی راہ دکھانے کے لیے استعمال ہونے لگا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی مکی زندگی کے تمام خطابات انہیں چیزوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا خطاب نجاشی کے دربار میں اسی کی عکاسی کرتا ہے اور اہل مدینہ سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا خطاب اللہ کی وحدانیت کی طرف دعوت تھی۔

خطابت نبوی ﷺ / امتیازی تخصصات

اللہ تعالیٰ نے مقام نبوت اور خطابت کو اکٹھا کیا اس لیے کہ انبیاء کرام علیہ اہم کا بنیادی فرض دعوت و تبلیغ تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ ہم جس دور میں اس دنیا میں تشریف لائے اُس وقت عربوں کے ہاں خطابت اور شاعری کو بہت اہم مقام حاصل تھا، ادب کے ان دونوں شعبہ میں فصاحت وبلاغت کو بہت حد تک پیش نظر رکھا جاتا۔ اس دور کے تقاضوں کے مطابق اللہ تعالی نے آنحضور ﷺ کو قرآن مجید کی صورت میں عظیم معجزہ عطا فرمایا اور اسی بنیاد پر آپ کو فصاحت وبلاغت کے اوصاف سے بھی نوازا گیا۔ فصاحت وبلاغت کی بنا پر آپ ﷺ کا فن خطابت بھی کمال کا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے عربوں میں خطابت میں رائج معائب کی بھی نشاندہی فرمائی۔

عالم ہونا

رسول اکرم ﷺ کی خطابت میں یہ حسن درجہ کمال کا تھا، جب خطابت کا کمال علم سے ہے تو آپ کا علم میں کوئی ثانی نہیں تھا۔ تفسیر خازن میں سورۃ آل عمران کی آیت 179 کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ: ایک بار چند منافقین نے آپ ﷺ کے علم کے بارے میں کئی طرح کی باتیں کیں۔ جب آپ ﷺ کو اس بارے میں علم ہوا تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

مَا بَالَ أَقْوَامٍ طَعَنُوا فِي عِلْمِي لَا تَسْتَلُوْنِي عَنْ شَيْئٍ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَالسَّاعَةِ إلا نَبَّاتُكُمْ بِهِ [20]

ترجمہ: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میرے علم میں طعن کرتے ہیں لہذا اس وقت سے قیامت تک جو بھی خبریں ہیں کسی چیز کے بارے تم مجھ سے پوچھو تو میں اس کی خبر دوں گا۔ یہ سن کر عبد اللہ بن حذافہ اس ہی کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حذافہ۔

عدم لحن

عدم لحن یعنی الفاظ کی مخارج کے لحاظ سے درست ادائیگی کرنا اور اس ادائیگی میں کسی قسم کا عیب نہ ہونا ہے آپ ﷺ کی خطابت کی بڑی خصوصیت تھی۔ ایک بار حضرت ابو بکر صدیق بھی رسول اکرم ﷺ سے عرض کی کہ میں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی شخص کو فصیح وبلیغ نہیں دیکھا تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" وَمَا يَمْنَعُنِي وَ إِنَّمَا أُنْزِلَ الْقُرْآنُ بِلِسَا نِي لِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ[21]

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا

انا افصح العَرَبَ ، وُلِدْتُ فِي قُرَيْشٍ، نَشَاءْتُ فِي بَنِي سَعْدٍ فَإِنِّي يَاتِيْنِي اللحن[22] "

شیریں زبان

طفیل بن عمرو الدوسی کا اسلام قبول کرنا بھی آپ ﷺ کی شیریں کلامی کا نتیجہ تھا جس کا ذکر علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اس طرح کیا ہے کہ بقول طفیل:

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

میں جب مکہ آیا تو یہاں کے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ شاعر ہیں۔ آپ اپنی قوم کے ایسے سردار ہیں جس کی اطاعت کی جاتی ہے، ہمیں خوف ہے کہ یہاں اس شخص سے ملاقات نہ کرلیں جس کی باتوں میں جادو ہے اس سے بچ کے رہیں۔ اتفاقاً میں بیت اللہ کے پاس سے گزرا تو ایسی ہی ایک خوبصورت آواز سنی تو خیال آیا کہ یہ اسی شخص کی آواز نہ ہو جس سے لوگوں نے مجھے خبردار کیا۔ میں نے دل میں کہا چلو سنتے ہیں اگر درست بات ہوئی تو تسلیم کرلیں گے ورنہ واپس آجائیں گے۔ میں جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کا کلام بہت خوبصورت تھا۔

" اسْتَمَعْتُ لَهُ، فَلَمْ اَسْمَعْ كَلاَمًا قَط أَحْسَنَ مِنْ كَلَامٍ يَتَكَلَّمُ بِهِ، قَالَ قُلْتُ فِي نَفْسِي : يَا سُبْحَانَ الله مَا سَمِعْتُ كَالْيَوْمَ لَفظًا أَحْسَنُ مِنْه وَلَا أَجْمَلُ "[23]

میں نے ایسا کلام سنا کہ اس جیسا کلام میں نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا اور میں نے خود سے کہا: سبحان اللہ ان جیسے عمدہ اور خوبصورت الفاظ میرے کانوں میں بھی نہ گونجے تھے۔

جہر الصوت ہونا

حضرت عبد الرحمن معاذ التیمی بی اللہ سے روایت ہے:

" خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِمِنًى فَفُتِحَتْ أَسْمَاعُنَا حَتَّى كُنَّا نَسْمَعُ مَا يَقُولُ وَنَحْنُ فِي مَنَازِلِنَا وَطَفِقَ يُعَلِّمُهُم مَنَاسِكَهُم حَتَّى بَلَغَ الجِمَارَ وَضَعَ اصْبُعَيهِ السَّبَا بَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ : بِحَصَى الخَذف ثُمَّ أَمَرَ المُهَا جِرِينَ فَنَزَلُوا مَقَدَّمِ المَسجِدِ أَوَامَرَ الأَنْصَارَانِ يَنْزِلُوا مِنْ وَرَاءِ الْمَسْجِدِ قَالَ: ثُمَّ نَزَلَ النَّاسُ بَعْدُ[24]

حضرت عبد الرحمن معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں سے منی میں خطاب فرمایا۔ ہم منی میں تھے اور ہماری سماعتیں تیز ہو گئیں حتی کہ رسول اللہ ﷺ جو فرماتے ہم (صحیح صحیح) سن رہے تھے حالانکہ ہم اپنے مقامات پر تھے۔ آپ ﷺ انہیں حج کے طریقے سکھا رہے تھے حتی کہ جمرہ کے قریب پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں کو رکھا پھر کنکری پھینک کر بتایا، پھر مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے سامنے والے حصے میں اتریں اور انصار کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے پچھلی طرف اتریں۔ فرماتے ہیں پھر اس کے بعد باقی لوگوں نے بھی پڑاؤ ڈال دیا۔"

سہل انداز کلام

حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں

" مَا كَانَ رَسُولَ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرِدَكُم هُذَا وَلَكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلام يُبَيِّنُهُ، فَصل يَحفَظُهُ مَن جَلَسَ إِلَيْهِ "[25]

آپ ﷺ کی گفتگو میں لوگوں کی طرح لگاتار اور جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ صاف صاف مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا جو پاس بیٹھنے والے اچھی طرح ذہن نشین کرلیتے۔"

اسی طرح صحیحین میں روایت ہے کہ آپ ﷺ جب خطبہ دیتے تو اپنے کلام کو تین بار دہراتے تاکہ سننے والوں کو اچھی طرح سمجھ آجائے۔ آپ ﷺ کی گفتگو کو جو بھی سنتا، یاد کر سکتا تھا، بلکہ آپ ﷺ کے الفاظ کو شمار بھی کیا جا سکتا۔

جامعیت کلام

خطاب میں کلام کا جامع ہونا بلند پایہ خطیب کی علامت ہوتی ہے۔ جامع کلمہ کے بارے میں عربی ادیب جاحظ نے لکھا ہے:

" الكَلامُ الذِي قَلَّ عَدَدَ حُرُوفِهِ وَكَثُرَ عَدَدَ مَعَا نِيْهِ"[26]

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

وہ کلمہ جس کے حروف کی تعداد کم ہو اور معانی کثیر ہوں جامع کلمہ کہلاتا ہے۔

یہ چند تخصصات ہیں جو کہ یہاں پر بیان کیے ہیں اس کے علاوہ بھ بے شمار تخصصات ہیں جن کی تفصیل طوالت کی وجہ سے نہیں کی۔

خطبات نبوی کی عصری معنویت

نبی اکرم ﷺ اپنی بعثت سے لے کر روز محشر تک آنے والے تمام مسلمانوں کے لیے نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے "مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا"[27] **ترجمہ: محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن** وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اور اللہ ہر بات جانتا ہے۔وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي[28] **ترجمہ: "میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے** گا" جیسا کہ آیت قرآنی اور حدیث مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری پیغمبر ہیں اور ان کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا اس آپ کی تعلیمات بھی صرف اس دور کے لیے نہیں تھیں بلکہ ان کی تعلیمات سے مسلمانوں کو ہر دور میں فائدہ اٹھانے کا حکم ہے۔ احادیث مبارکہ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی تعلیمات کا ایک بڑا حصہ خطبات نبوی کی صورت میں بھی ہمارے سامنے آتا ہے۔ تمام خطبات کا احاطہ تو تقریبا ناممکن ہے لیکن موجودہ دور کے لیے جو ہدایات مختلف صورتوں میں ان خطابات میں سے نکلتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

راہ ہدایت

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو دو المجنہ کی منڈی دیکھا کہ لوگوں سے کہہ رہے تھے: "لوگوں لا الہ الا اللہ کہہ دو اس کا اقرار کر دو کامیاب ہو جاؤ گے[29]" مدینہ منورہ پہنچتے ہی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ خطبہ دیا۔ "سب سے بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے۔ جس کے دل میں اللہ تعالی نے اس کتاب کے محاسن آراستہ کیے اور کفر کے بعد اسلام میں داخل ہونے کی توفیق دی اور انسانی باتیں چھوڑ کر اس نے اللہ کا کلام پسند کیا تو وہ بلاشبہ کامیاب ہوا کیونکہ اللہ کا کلام سب سے سچا اور پر اثر ہے"۔[30] جس دور یا زمانے میں ہم لوگ جی رہے ہیں اس کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اس میں حق اور باطل کی تفریق کئی مقامات پر مشکل ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ بات جو ان چند رسول اکرم کے خطبات سے نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامنا چاہئے کیونکہ ہر دور میں ایک وہی راہ مستقیم دکھا سکتی ہے اس میں ایک اور چیز کا اضافہ جو کہ کتاب اللہ کے ساتھ لازم و ملزوم ہے وہ ہے سنت اور تعلیمات نبوی ﷺ جس کی ترغیب آپ نے اہل مدینہ کو دی جبکہ جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ "جس نے خدا اور رسول کی اطاعت کی وہ کامیاب ہوا جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہی گمراہ ہوا (اپنے اصل مقام سے گرا اور دور کی گمراہی میں مبتلا ہوا)[31] "اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُواْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَاۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ[32] **ترجمہ: "مومنوں کی بات تو یہی ہوتی ہے جب انہیں اللہ اور اس کے** رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ "وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَخْشَ ٱللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ[33] **ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے** بچتا ہے بس وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا[34]

ترجمہ: اور اللہ کے رسول جو تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس رو کیں رک جاؤ

سنت اور بدعت میں فرق

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

جس خطے میں ہم رہتے ہیں اس میں بالخصوص اور دنیا اسلام میں بالعموم بہت سی بدعات نے زور پکڑ لیا ہے بلکہ بدعات اس حد تک عام ہو گئی ہیں کہ ان میں اور سنت میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے اس کے بارے رسول اللہ نے ایک خطبہ میں فرمایا جو کہ عرباض بن ساریہ سے مروی ہے: "میرے بعد تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بڑے بڑے اختلاف دیکھے گا۔ پس تم اس وقت میں میری جانی پہچانی سنتوں اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقوں سے وابستہ رہنا[35]"

ایک اور مقام پر فرمایا. "تم دین میں نئی چیزوں سے بچنا اس لیے کہ دین میں سب سے بری چیز (محدثات) یعنی نئی چیزیں ہیں اور ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔[36]"

اطاعت امیر

فتنوں اور فسادات کی ایک سب سے بڑی وجہ امیر کی نافرمانی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اطاعت امیر واجب اور اتنی ضروری ہے کہ قرآن کریم میں بھی اس کا حکم دیا گیا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا[37] **ترجمہ:** اے ایمان والو! اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں، پھر اگر آپس میں کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لاؤ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو، یہی بات اچھی ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے۔

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيْلًا[38]

ترجمہ: "اور جب ان کے پاس امن یا ڈر کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں، اور اگر اسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب (اولی الامر) تک پہنچاتے تو وہ اس کی تحقیق کرتے جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو البتہ تم شیطان کے پیچھے چل پڑتے سوائے چند لوگوں کے۔"

چناچہ جب مدینہ المنورہ دیا میں داخل ہونے کے بعد آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اس میں اس کا بھی حکم تھا۔ "تم فرماں برداری کرتے ہی رہنا، خواہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ مومن کی مثال تو نکیل والے اونٹ کی سی ہے جدھر نکیل مڑی ادھر گھوم گیا۔ "اطاعت امیر سے مراد ہے کہ اس کے احکامات مانے جائیں موجودہ دور میں یہ شیوہ تقریبا اکثریت نے اپنا لیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ تمام اصول و قواعد (laws and Regulation) جو کہ مختلف حکومتیں بناتی ہیں ان کو توڑنا ان کی خلاف ورزی کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں۔ جبکہ ہمارے رسول ﷺ اور رب کائنات نے جو حکم دیا ہے وہ اس سے برعکس ہے ان کی اطاعت ہر صورت میں خواہ وہ پسند ہو یا ناپسند یا پھر وہ شخص جو ہم پر حکمران ہے وہ پسند ہو یا ناپسند ہر حال میں اطاعت لازم ہے۔

حقوق العباد

"عن أبي هريرة -رضي الله عنه- أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: «أتدرون من المفلس؟» قالوا: المفلس فينا من لا دِرْهَمَ له ولا متاع، فقال: «إن المفلس من أمتي من يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة، ويأتي وقد شتم هذا، وَقَذَفَ هذا، وأكل مال هذا، وسَفَكَ دم هذا، وضرب هذا، فيعطى هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فإن فنيت حسناته قبل أن يقضى ما عليه، أخذ من خطاياهم فطُرِحَتْ عليه، ثم طرح فى النار"[39]

"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تمہارے خیال میں مفلس اور اور نادار کون ہے انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ شخص جس کے پاس متاع دنیا یعنی درہم وغیرہ نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ کنگال وہ ہے جو کہ قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوۃ کے ساتھ

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

آئے (یعنی بہت سے اعمال صالحہ کے ساتھ) تھوڑی دیر میں وہ لوگ آئیں گے جن میں سے کسی کو اس نے گالی دی ہو گی، کسی پر تہمت لگائی ہو گی، کسی کا مال ناحق کھایا ہو گا، کسی کا ناحق خون کیا ہو گا، کسی کو مارا ہو گا، کسی کو ستایا ہو گا۔ (وہ اپنے حقوق مانگنے کے لیے مدعی بن کر عدالت الٰہی میں آئیں گے)۔ ان سب کو اس کے بدلے میں اس شخص کی نیکیاں تقسیم کر دی جائیں گی یہاں تک کہ ساری نیکیاں ختم ہو جائیں۔ اور وہ مفلس فلاش بن جائے گا ساتھ مظلوموں کے گناہ لے کر اس کے نامہ اعمال میں ڈال دیے جائیں گے۔ اور وہ دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔ یہ شخص قیامت کے دن بڑا کنگال ہو گا"۔

کہ یہ بات زبان زد عام ہے روز محشر اگر رب کی ذات چاہے تو اپنے حقوق معاف کر دے گی مگر حقوق العباد کے معاملے فرق ہے اور اس میں سختی ہے۔ وہ تب تک معاف نہیں ہوں گے جب تک وہ بندہ نہ ان کو معاف کر دے۔ اگر اس بندے نے معاف نہ کیا یعنی جس شخص نے حقوق العباد میں کسی کے معاملے تساہل برتا ہو گا اس نے معافی بھی نہ مانگی اور معاملہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچ گیا۔ تو جیسا کہ اس خطبہ میں واضح ہو رہا ہے کہ روز محشر اس بندے کے اعمال ان مظلوموں کو مل جائیں گے اور میں اگر اعمال حسنہ ختم ہو جائیں گے تو ان مظلوموں کے گناہ اس کے ذمہ آئیں گے۔ ان تمام وعیدوں کو پڑھنے کے بعد بھی آج کے دور میں جو حقوق العباد کی پامالی کی جارہی ہے وہ ناقابل یقین ہے۔ کسی انسان کا مال کھانا یا اس کی کسی چیز پر قبضہ کرنا، بلکہ گالیاں دینا اور کسی پر تہمت لگانا تو ایسا ہو گیا ہے جیسا کہ کوئی بڑی بات ہی نہ ہو۔ اس لیے ہمیں اس خطبہ ارشاد نبوی سے عبرت پکڑنی چاہیے اور دنیا کی کے بہت کم فائدے کے لیے ابدی آگ کو اپنا مسکن نہیں بنانا چاہیے۔

امر بالمعروف ونهي عن المنكر

فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ :أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ.[40]" **ترجمہ:** "تم میں سے جو شخص منکر (ناقابل قبول کام) دیکھے اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ (قوت) سے بدل دے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل سے (اسے برا سمجھے اور اس کے بدلنے کی مثبت تدبیر سوچے) اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔"

ایک مقام پر دوران خطبہ آپ ﷺ نے فرمایا:

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاق، أَظُنُّهُ عَنْ ابْنِ جَرِيرٍ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ فِي قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا عَلَيْهِ فَلَا يُغَيِّرُوا إِلَّا أَصَابَهُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَمُوتُوا[41]."

ترجمہ: "جو آدمی کسی ایسی قوم میں ہو جس میں گناہ کے کام کئے جاتے ہوں اور وہ اسے روکنے پر قدرت رکھتا ہو اور نہ روکے تو اللہ اسے مرنے سے پہلے ضرور کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے"

آج کے دور میں نازل ہونے والی آفات اور مصائب جو کہ یہ عوام وخواص کو اپنی پکڑ میں لے رہے ہیں ان کی ما یک بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم نے برائی کو دیکھ اس سے روکنا چھوڑ دیا ہے اور اچھائی کی باتوں کو پھیلانا چھوڑ دیا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کے عظیم فریضے کی طرف لوٹیں تو شاید یہ آفتیں ہم سے ٹل جائیں۔

مطلب یہ کہ اگر بدکاروں کو بدکاری سے روکیں گے تو عام طور پر سب ڈوبنے سے بچ جائیں گے ورنہ سب لپیٹ میں آئیں گے۔[42]

تنگی پر صبر کرنے کا بیان

"لوگوں میں تمہیں ہر اس کام کو کرنے کا حکم دے چکا ہوں جو جنت میں داخل کرنے اور جہنم سے روکنے کا ذریعہ ہے۔ ہر اس کام سے روک چکا ہوں جو جہنم میں داخل کرنے اور جنت سے محروم کرنے کا باعث ہے۔ اور روح الامین نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ کوئی آدمی اس دنیا سے اپنا نصیب

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

پورا کرنے سے پہلے نہیں مرے گا۔ بس تم اللہ سے ڈرو اور مناسب طریقوں سے اپنی ضروریات طلب کرو ایسا نہ ہو کہ رزق کی تاخیر تمہیں ارتکاب معاصی پر آمادہ کر دے کیونکہ خدا کے ہاں چیزیں صرف اس کی اطاعت سے حاصل ہو سکتی ہیں۔[43]"

اس دور میں جب لوگوں کی اکثریت مال زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا چاہ رہی ہے۔ کئی لوگ اس کے لیے حلال و حرام کی تمیز بھول جاتے ہیں۔ کبھی کسی کا مال ناحق کھاتے ہیں، رشوت لیتے ہیں، دھوکہ دہی سے مال حاصل کرتے ہیں۔ الغرض مال حاصل کرنے کے لیے ہر حد سے گزر جاتے ہیں ان کے لیے اس میں نصیحت ہے۔ جن میں سے چند ہیں

* جتنا انسان کے نصیب میں رزق اور مال ہے وہ اس کو حلال طریقہ سے بھی مل کر رہے گا۔ اور اس کو اس سے پہلے موت نہیں آئے گی۔
* رزق یا مال ہمیشہ حلال ذرائع سے حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔
* اللہ کے ہاں کچھ بھ حاصل کرنا ہو تو وہ صرف نیکی اور فرمانبداری یعنی اس کے احکامات کی پاسداری سے ہی ہو سکتا ہے۔

خواتین کے حقوق

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ "لوگو! تمہارے اوپر جس طرح تمہاری عورتوں کے حقوق ہیں اسی طرح ان پر بھی تمہارے کچھ حقوق واجب ہیں"" عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر ایسے شخص کو نہ سلائیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ اور تمہارے گھروں میں کسی ایسے کو نہ آنے دیں جنہیں تم نہیں چاہتے گا۔ یہ معروفات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تمہیں ان پر زیادتی کرنے کا کوئی حق نہیں۔"[44] پس عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور عورتوں سے متعلق تمہیں خیر کی تلقین کرتا ہوں۔[45]" جس انداز اور جن الفاظ کے ساتھ خواتین کے حقوق کی پاسداری کی تلقین اللہ کے رسول ﷺ نے کی شاید آج تک بھی کوئی نہ کر سکا۔ حتی کہ خواتین کو جو بنیادی حقوق ہمارے مذہب نے دیے ہیں ان حقوق پر غالباً کوئی بھی حقوق نسواں کی تحریک آواز نہ اٹھا سکی نتیجۃ بدستور آج بھی خواتین کی اکثریت اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہیں۔ ان کی تعلیم آج کی حکومتوں کی سب سے ادنی ترجیح ہے، اکثریت ان کو وراثت سے محروم کر دیتی ہے اور ان کے پاس کوئی راستہ بھی نہیں جہاں سے وہ اپنا یہ حق حاصل کر سکیں، حق مہر جو سب اہم حق ہے وہ اکثر یا تو معاف کروالیا جاتا ہے یا پھر مؤجل لکھوایا جاتا۔ اگر وہ زبان سے اس کا مطالبہ کریں تو اس کا نتیجہ کئی دفعہ اپنا بھیانک ہوتا ہے کہ وہ خاموش ہی رہتی ہیں۔ ہمارے معاشرے کی ایک بڑی تعداد تو ایسی ہے جو ان سے اچھی طرح پیش آنے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

غلاموں کے حقوق

"اور ہاں تمہارے غلام تمہارے غلام! (ان کا خیال رکھنا) جو خود کھاؤ، وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ، اگر وہ کوئی ایسی خطا کریں جس کو تم معاف نہ کرنا چاہو، تو اللہ کے بندوں انہیں فروخت کر دو اور ان کو نشانۂ ستم نہ بناو۔[46]"

غلاموں کا ذکر اس لیے یہاں پر کیا ہے کیونکہ غلام اس دور میں سب سے نچلے طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا اپنی ذات پر بھی کوئی اختیار نہ تھا اور لوگ جیسا چاہتے ان کا استحصال اور استعمال کرتے تھے۔ جب ہم اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں تو جو معاشرتی لحاظ سے ہم سے کم حیثیت میں یا پھر ہمارے ماتحت ہیں ان کے ساتھ ہمارا رویہ کیا ہے اکثریت کیا ان کے استحصال اور ان کے ناجائز استعمال کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے دیتی ہے۔ جبکہ وہ آزاد ہیں اور اپنی متعلق فیصلے کرنے میں خود مختار میں صرف چند مجبوریوں نے ان کو جکڑا ہوا ہوتا جس کی وجہ سے وہ ان کا رویہ سہتے ہیں اور برداشت کرتے ہیں۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

تکمیل دین / 23 سال کی تبلیغ اور مساعی کا نچوڑ

"خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو، اور پنجگانہ نماز ادا کرو سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو، مالوں کی زکوہ نہایت دلی خوشی کے ساتھ دیا کرو۔ خانہ خدا کا حج بجالاؤ اور اپنے امراء وحکام کی اطاعت کرو جس کی جزا یہ سے تم پروردگار کی فردوس بریں میں داخل ہو جاؤ گے۔[47]"

ایک اور روایت میں اس کا اضافہ ہے "اللہ کے ساتھ کسی کو طرح کا شرک نہ کرنا، کسی کی جان جسے اللہ حرام ٹھہرا دیا کہ ناحق نہ لینا، اور زنا نہ کرنا، اور چوری نہ کرنا۔[48]" اور فرمایا:

> "میں تمہیں بتاؤں مسلم کون ہے؟ مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگوں کے جان ومال کو خطرہ لاحق نہ ہو اور اصل مجاہد وہ ہے جو غلطیوں اور گناہوں سے کنارہ کش ہو۔ اور مجاہدہ وہ ہے جو اطاعت کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کرے[49]۔"

یہ صرف ارشادات نبوی ﷺ نہیں بلکہ یہ باتیں پورے دین کا خلاصہ اور اساس ہیں۔ ان اساسیات کو بیان فرما کر حضور نے گویا-پورے دین کا خلاصہ پیش فرما دیا اور یہ بتا دیا ہے کہ دین کی ان مستقل اقدار میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں سو سکتی، البتہ جزئیات وتفصیلات، وقت زمانہ اور حالات تحت مرتب ہوتی رہیں گی کہ یہی پہلو اس دین آنے والے ہر زمانے میں قابل عمل بنانے میں ضمانت فراہم کرتا ہے۔[50] یہ وہ دین کی اساسیات ہیں جو کہ دین کی مسلسل جدوجہد کا خلاصہ جو صرف اس وقت کے حضرین کے لیے نہیں تھیں بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے راہ ہدایت اور لازم عمل ہدایات ہیں۔ یہ خطبات رسول جو کہ ہر دور اور ہر زمانے میں عوام الناس اور خواص کے لیے مشعل راہ ان میں چند چیزوں کا نچوڑ ہے جو کہ عوام کے لیے ہے اب چند تعلیمات جو کہ خواص کے لیے ہیں وہ ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں۔

واعظین کے لیے

موجودہ دور کے کئی واعظین اور خطباء جو اپنی اس صلاحیت کو صرف نفرت اور شر پھیلانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ان کو ان خطبات کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے اور اس روش سے باز آجانا چاہیے۔ ایسے ہی کئی واعظین جو کہ صرف اپنا رعب اور علم جھاڑنے کے اور اس علم کا اور اپنا رعب لوگوں میں بٹھانے کے لیے ایسے بلیغ خطبے دیتے ہیں جو عوام اکے سر سے گزر جاتے ہیں۔ اگر وہ خطباء ان خطبات کا مطالعہ کریں تو ان کو معلوم ہو کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح سے عوام کو سمجھانے کے لیے کلام کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں" مَا كَانَ رَسُولَ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرِدَكُمْ هُذَا وَلَكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلام يُبَيِّنُهُ، فَصل يَحْفَظُهُ مَن جَلَسَ إِلَيْهِ "[51] آپ ﷺ کی گفتگو میں لوگوں کی طرح لگاتار اور جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ صاف صاف مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا جو پاس بیٹھنے والے اچھی طرح ذہن نشین کر لیتے۔" اسی طرح صحیحین میں روایت ہے کہ آپ ﷺ جب خطبہ دیتے تو اپنے کلام کو تین بار دہراتے تاکہ سننے والوں کو اچھی طرح سمجھ آجائے۔ آپ ﷺ کی گفتگو کو جو بھی سنتا، یاد کر سکتا تھا، بلکہ آپ ﷺ کے الفاظ کو شمار بھی کیا جا سکتا۔ جو خطیب حضرات صرف عذاب سے ڈراتے ہیں اور امید اور رجاء کی بشارت ان کے خطاب میں کہیں نہیں ملتی۔ ان کو چاہیے کہ رسول اللہ کے خطاب کر دیکھیں کہ اس میں انداز وتبشیر کا کیسا حسین امتزاج ہیں۔ بلکہ اس کا اللہ کے رسول ﷺ نے حکم بھی دیا ہے:

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلاَ تُنَفِّرُوا"[52]

ترجمہ "کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آسانی کرو اور سختی نہ کرو اور بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ"۔

امراء کے لیے

امراء کے لیے یہ خطبے نظام امارت چلانے کیے ایک مکمل ضابطہ ہیں یہ ان کو حکومتیں چلانے کے اصول, عوام سے بات کرنے کا سلیقہ نیز اور تمام چیزیں غیر محسوس انداز میں سکھلا جاتے ہیں جو کہ ان کے لیے بہت اہم اور ضروری ہیں۔ جس کی چھوٹی سی مثال

"خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر اللہ رسول نے جب فرمایا کہ میں تمام سود باطل کرتا ہوں آج سے تو اس میں جو سب پہلے کہا سب سے پہلے عباس بن عبد المطلب کا سود باطل ہے۔[53]"

یعنی احکامات کا اطلاق سب سے پہلے اپنے گھر اور اقرباء سے شروع کریں۔ کئی دفعہ تو اس کو دیکھ کر باقی سب اس پر خود ہی عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

منصفین کے لیے

رسول اللہ ﷺ نے جب قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت کو چوری کی پاداش میں حد سرقہ کا فیصلہ سنایا تو ان لوگوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سفارشی بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو آپ ﷺ کو غصہ آیا اور فرمایا کہ "کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کر رہے ہو" اس کے بعد خطبہ دیا اور فرمایا: "لوگوں تم میں سے پہلے لوگ اسی روش کی بنا پر ہلاک ہوئے جب ان میں سے کوئی اعلی خاندان کا شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور شخص چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے، خدا کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ (بھی) چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا[54]"

اس خطبہ میں سے منصفین کے لیے درج ذیل اصول نکلتے ہیں:

* اگر کوئی با اثر اور اثر و رسوخ والا شخص کسی جرم کا ارتکاب کرے تو اس کو بھی ایسے ہیں قانون کی گرفت میں لائے جیسے کہ ایک عام شخص کو لایا جاتا ہے کسی بھی قسم کی کوئی رعایت نہ کی جائے۔
* اگر کوئی اپنا قریبی عزیز بھی سامنے ہو تو انصاف کے تقاضوں کو ویسے ہی پورا کرے جیسے کہ کسی دوسرے مجرم کے لیے کرتا ہے۔
* جب تب شواہد اور اصولوں کے تحت اللہ کی مقرر کردہ حدود میں سے کوئی بھی حد لگ جائے تو کسی قسم کی نرمی نہ برتی جائے۔

عام لوگوں کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر کسی پر کوئی حد جاری ہو جائے تو کسی قسم کی سفارش نہ کریں۔

یہ تو چند اصول ہیں جو کہ اس خطبہ سے نکلتے اس کے علاوہ بھی کئی اصول ہیں جو کہ مزید خطبات میں موجود ہیں۔

مبلغین کے لیے

* سب سے پہلے تبلیغ کا عمل اپنے اقرباء سے شروع کریں:

تین، سال تک خفیہ دعوت و تبلیغ کے بعد اعلانیہ تبلیغ کا حکم حضرت جبرائیل لے کر آئے اللہ کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے اقرباء کی دعوت اور اس میں ان سے فرمایا۔ "اے قریش، اے بنی عبد مناف، اے قصی کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ کیونکہ خدا کے سامنے کسی

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

قسم کا نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا""اے عبد المطلب کی اولاد اپنے نفس کو آگ سے بچاؤ / چھڑاؤ کیونکہ میرا رشتہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا[55]""اے محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ دوزخ سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ میرا رشتہ تجھ کو خدا کے ہاں مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔ہاں دنیا میں تو میری رشتہ دار ہے اور میں اس کا حق ادا کرتا رہوں گا[56]"موجودہ دور میں بہت سے ایسے مبلغین ہیں جو کہ اپنے اقرباء اور اس سے بڑھ کر اپنے گھر والوں سے غافل ہیں۔ دنیا کی اصلاح کی فکر میں اپنے بچوں کو اور اقرباء کو بھول جاتے ہیں۔ حالانکہ آیت کریمہ سے اور اس اور کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے عمل سے بھی یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اصلاح کا آغاز سب سے پہلے اپنے اقرباء سے کرنا ہے۔۔جب نبی کریم ﷺ کو سب سے پہلے اس کا حکم ملا کہ آپ نے آغاز اپنے گھر سے کیا جس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام قابل ذکر ہے۔اسی طرح اعلانیہ دعوت کا آغاز بھی اقرباء سے ہی ہوا۔

* دین کو آسان کر کے پیش کریں:

"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلاَ تُنَفِّرُوا"[57]

ترجمہ "کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آسانی کرو اور سختی نہ کرو اور بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ"۔

اوپر والی حدیث مبارکہ سے ایک اور اصول بھی نکلتا ہے

* کہ خوشخبری دو یعنی اس طرح کہیں کہ اگر اپنے عرصے تک گمراہی میں رہے تو بھی ان کے لیے دروازے کھلے ہیں اور اللہ کی ذات معاف کرنے والی ہے۔

خلاصہ بحث

فن خطابت ہر ہر وقت میں رائج رہا اور آج بھی رائج ہے۔ تمام انبیاء نے اپنی اقوام سے خطاب کیا ان کو راہ راست دکھلانے کے لیے۔ان سب سے آکر میں آنحضرت ﷺ کی آمد ہوئی نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہر لحاظ کامل اور جامع ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات روز محشر تک آنے والے تمام مسلمانوں کے لیے راہ ہدایت ہیں۔تعلیمات نبوی کا ایک بڑا حصہ ان خطبات کے ذریعہ ہم تک منتقل ہوا جو کہ آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر صحابہ کی تعلیم و تربیت کے یا پھر لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے کے لیے ارشاد فرمائے۔ یہ خطبات بہت سے محاسن سے آراستہ تھے جو کہ اس وقت یعنی قبل از اسلام، عرب معاشرے میں ناپید تھے۔ان خطابات میں بیان کردہ تعلیمات آج کے دور کی بہت پڑی ضرورت ہیں جب کہ حق و باطل، سنت و بدعت میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے تو ضرورت اس امر کی ہے ان خطبات میں موجود ہدایات پر عمل کریں جن میں ان میں فرق کرنے کے واضح اصول موجود ہیں۔اس منصفین، حکام، واعظین اور مبلغین کے لیے بھی اس میں بے شمار ہدایات اور اصول موجود ہیں۔الغرض ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم تعلیمات نبوی کی طرف لوٹیں جو کہ اصل راہ نجات ہیں۔

مصادر و مراجع

[1] النحل: 125

[2] زبیدی، مرتضی، تاج العروس، دار الاحیاء التراث، 2001 جلد 2، صفحہ 383

[3] فیروز آبادی، مجد الدین، ابو طاہر، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ للطبع والنشر، بیروت، لبنان، 2005 جلد 1 صفحہ، 89

[4] الافریقی،ابن المنظور، لسان العرب،دار صادر، 1414ھ، جلد 1 سفحہ 361

[5] نخبۃبین اللغویین بمجمع اللغۃ العربیۃ بالقاھرۃ،القاموس الوسیط، مجمع اللغۃ العربیۃ بالقاھرۃ، س-ن جلد 1 سفحہ 243

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

[6] زیات،احمد حسن،مترجم،نعیم صدیقی،ڈاکٹر،تاریخ ادب عربی،محمد بشیر اینڈ سنز،س۔ن،ص:21
[7] الشعراء 105،109
[8] الشراء119-120
[9] الہود،84-85
[10] طہٰ:47
[11] البقرہ: 258
[12] ص:35-39
[13] ص: 20
[14] ندوی،عبدالحلیم،عربی ادب کی تاریخ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دھلی،ص:76،ض:1
[15] شوقی صیف،ڈاکٹر،مترجم شمس کمال انجم،عربی نثر کا فنی ارتقاء،ایجو کیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی 2012،ص 22-23
[16] عربی ادب کی تاریخ ،87-88
[17] عربی نثر کا فنی ارتقاء،ص:47
[18] الاسکندری،احمد،شیخ، الوسیط فی ادب العربی و تاریخہ،پنجاب ایڈوئیزری بکس،لاہور،1957،ص:51
[19] عربی ادب کی تاریخ، 90
[20] خازن، امام علاؤ الدین علی بن محمد ابراہیم ، تفسیر لباب التاویل في معالم التنزیل المعروف بتفسیر خازن، دار المعرفۃ، بیروت ، (س۔ن) ج: 1، ص: 308
[21] عیاض مالکی قاضی، الشفاء في تعریف حقوق المصطفی صلی علیم ، فاروقی کتب خانہ ، ملتان،س۔ن،ص47،ج:1
[22] طبرانی امام ابو القاسم سلیمان بن احمد ، معجم الکبیر ، دار احیاء التراث العربی، بیروت ، 2009ء،ص:32، ج:6-
[23] بن عبد البر ابو عمر و یوسف، الاستیعاب في معرفۃ الاصحاب، مکتبۃ العصریہ ، بیروت، 2010ء،ص:32،ج:2-
[24] االبیقی امام احمد بن الحسین، السنن الکبری، دار الفکر، بیروت (س۔ن) ،ص138-139،ج:5-
[25] جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب قول عائشۃ ما کان یتکلم بکلام بنیہ، رقم الحدیث: 3639
[26] محمد ابن سعد، الطبقات الکبری، دار الفکر، بیروت، 1994ء، جلد 1 ، صفحہ 254-
[27] الاحزاب:40
[28] سنن ترمزی،کتاب الفتن عن رسل اللہﷺ،باباما جاءلا تقوم الساعۃ حتی یخرج الکذابون، رقم الحدیث:2219
[29] الصویبانی،محمد،السیرۃ النبویۃ کما جاءت في الأحادیث الصحیحۃ،مکتبۃ العبیکان، الریاض – السعودیۃ،2004،ص139،ج1
[30] القسطلانی، أحمد بن محمد بن أبی بکر ،ابو عباس شہاب الدین،المواہب الدینیہ، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرۃ- مصر،س۔ن،ص: 274، ج :3
[31] الزرقانی، محمد بن عبد الباقی، شرح الزرقاني علی المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ للقسطلاني، ار الکتب العلمیۃ، بیروت – لبنان،1996،ص498،ج:10
[32] النور:51
[33] النور:52
[34] الحشر: 7
[35] التمیمی، محمد بن خلیفۃ بن علي، حقوق النبي صلی اللہ علیہ وسلم علی أمتہ في ضوء الکتاب والسنۃ، ضواء السلف، الریاض، السعودیۃ،1997، 196
[36] النسائی،احمد بن شعیب،ابو عبد الرحمن، امام، سنن النسائی، کتاب صلاۃ العید، باب کیف الخطبۃ،رقم الحدیث، 1579،مکتبہ دار السلام ،الریاض 2000
[37] النساء:58
[38] النساء:83
[39] مسلم،مسلم بن حجاج القشیری،امام،صحیح مسلم،کتاب المقدمات،باب تحریم الظلم والأمر برد المظالم،رقم الحدیث، 216،مکتبہ دار السلام ،الریاض 2001
[40] صحیح مسلم،کتاب الایمان،باب بیان کون النھي عن المنکر من الإیمان وان الإیمان یزید وینقص وان الامر بالمعروف والنھي عن المنکر واجبان،رقم الحدیث:177
[41] سنن ابی داود، کتاب الملاحم،باب الامر بالمعروف و نہی عن المنکر،رقم الحدیث4339
[42] دھلوی، داود زار، خطبات نبوی، نعمانی کتب خانہ، جون 2003، ص 88
[43] ص:354،ج:1 الواقدی، محمد بن عمر بن واقد،المغازی، تحقیق: د مارسدن جونس، الناشر: جامعۃ أکسفورد، لندن، 1966،
[44] الاعظمی،محمد ضیاء الرحمن ڈاکٹر،قضیۃ رسول اللہ ﷺ لابن الطلاع ،دار الکتب ،بیروت،1981،،ص:50
[45] ابن کثیر ، عماد الدین،ابو الفداء،البدایہ و النہایہ، سطور البحث العلمي، 2014،ص202:،ج:5
[46] طبقات الکبری، ص:185،ج:2
[47] منصورپوری،سلیمان،رحمۃاللعلمین،مکتبۃاسلامیہ،س۔ن،ص:303،ج:2
[48] البدایہ و النہایہ،ص:197،ج:5
[49] قضیۃ رسول اللہ ﷺ لابن الطلاع ،ص6
[50] خطبہ حجۃ الوداع،ص:228
[51] جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب قول عائشۃ ما کان یتکلم بکلام بنیہ، رقم الحدیث: 3639

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

[52] البخاری، محمد بن اسماعیل،ابو عبداللہ، الجامع الصحیح البخاری،کتاب العلم،باب مَا كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لاَ يَنْفِرُوا، رقم الحدیث،69،دار السلام،الریاض 1999

[53] خطبہ حجۃ الوداع،230

[54] ابن قیم، و عبد اللہ، محمد بن أبي بكر،شمس الدین،ابو عبداللہ،زاد المیعاد لھدی خیر العباد،مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ،1996،ص46،ج:5

[55] ترمزی،محمد بن عیسی،ابو عیسی،سنن ترمزی،کتاب الزھد عنرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،باب ماجائ فی انذار النبی ﷺ قومہ، رقم الحدیث،3185، مکتبہ دار السلام،الریاض،1996

[56] ایضا،رقم الحدیث 3184

[57] البخاری، محمد بن اسماعیل،ابو عبداللہ، الجامع الصحیح البخاری،کتاب العلم،باب مَا كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لاَ يَنْفِرُوا، رقم الحدیث،69،دار السلام،الریاض 1999